

فرائض دینی بجالانے والے ضرور ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں گھڑی کا پرزہ پرزہ اور کر کے اور اس میں باہر کی بیسیوں چیزیں داخل کر کے آپ کا کوک دینا اور نہ دینا، صفائی کرنا اور نہ کرنا، تیل دینا اور نہ دینا، دونوں بے نتیجہ ہیں۔ آپ کی یہ گھڑی دور سے گھڑی ہی نظر آتی ہے دیکھنے والا یہی کہتا ہے کہ یہ اسلام ہے اور آپ کمان ہیں۔ آپ جب اس گھڑی کو کوک دیتے اور صفائی کرتے ہیں تو دور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ واقعی آپ کوک دے رہے ہیں اور صفائی کر رہے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ نماز، نماز نہیں ہے یا یہ روزے، روزے نہیں ہیں۔ مگر دیکھنے والوں کو کیا خبر کہ اس ظاہری فریم کے اندر کیا کچھ کارستانیوں کی گئی ہیں۔

برادران اسلام! میں نے آپ کو اصلی وجہ بتادی ہے کہ آپ کے یہ مذہبی اعمال آج کیوں بے نتیجہ ہو رہے ہیں، اور کیا وجہ ہے کہ نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کے باوجود آپ خدائی خودی بننے کے بجائے کفار کے قیدی اور مہر ظالم کے تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر آپ برائے نام ہیں تو میں آپ کو اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات بتاؤں۔ آپ کو اپنی اس حالت کا رنج اور اپنی مصیبت کا احساس ضرور ہے، مگر آپ کے اندر ہزاروں نوسون نانوے بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگ ایسے ہیں جو اس حالت کو بدلنے کی صحیح صورت کے لیے راضی نہیں ہیں۔ وہ اسلام کے اس گھنٹے کو جس کا پرزہ پرزہ اندر سے الگ کر دیا گیا ہے اور جس میں اپنی اپنی پسند کے مطابق ہر شخص نے کوئی نہ کوئی چیز ملا رکھی ہے، از سر نو مرتب کرنا برداشت نہیں کر سکتے، کیونکہ جب اس میں سے بیرونی چیزیں نکالی جائیں گی تو انکی پسند کی بھی کچھ چیزیں نکل کر رہیں گی، اور جب اسکو کٹا جائے گا تو وہ خود بھی اسکے ساتھ کسے جائینگے۔ اور یہ ایسی مشقت ہے جسے برضاد و رغبت گوارا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ اسیلے وہ بس یہ چاہتے ہیں کہ یہ گھنٹا اسی حال میں دیوار کی زینت بنا رہے، اور دوسرے لالاکر لوگوں کو اسکی زیارت کرائی جائے، اور انہیں بتایا جائے کہ اس گھنٹے میں ایسی اور

ایسی کرامات چھپی ہوئی ہیں۔ ان سے بڑھ کر جو لوگ کچھ زیادہ اس گھنٹے کے ہوا خواہ ہیں وہ چاہ سکتے ہیں کہ اسی حالت میں اسکو خوب دل لگا لگا کر کوک دی جائے اور نہایت تضحی کے ساتھ اسکی صفائی کی جائے، مگر حاشا کہ اسکے پرزوں کو مرتب کرنے اور کھینے اور بیرونی پیرزے نکال دینے کا ارادہ نہ کیا جائے۔

کاش میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا۔ مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اسکے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد اور شراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں، اور پانچ پانچ گھنٹے روزانہ بھی قرآن پڑھیں، اور رمضان شریف کے علاوہ گیارہ مہینوں میں ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ گھڑی کے اندر اسکے اصلی پیرزے رکھے ہوں اور انہیں کس دیا جائے تب تو ذرا سی کوک بھی اسکو چلا دیگی، تھوڑا سا صاف کرنا اور ذرا سا تیل دینا بھی نتیجہ خیز ہوگا۔ ورنہ عمر بھر کوک دیتے رہیے، گھڑی نہ چلتی ہے نہ چلے گی۔ و ما علینا الا البلاغ۔

روزہ

برادران اسلام! دوسری عبادت جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کی ہے ”روزہ“ ہے۔ روزہ سے مراد یہ ہے کہ صبح سے شام تک آدمی کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کرے۔ نماز کی طرح یہ عبادت بھی ابتدا سے تمام پیغمبروں کی شریعت میں فرض رہی ہے۔ پچھلی جتنی امتیں گزری ہیں سب اسی طرح روزے رکھتی تھیں جس طرح امت محمدی رکھتی ہے۔ البتہ روزے کے احکام، اور روزوں کی تعداد اور روزے رکھنے کے زمانے میں مختلف شریعتوں کے درمیان فرق رہا ہے۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مذاہب میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود ہے، اگرچہ لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی باتیں ملا کر اس کی شکل بگاڑ دی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ۔ یعنی ”اے مسلمانو! تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی شریعتیں آئی ہیں وہ کبھی روزے کی عبادت سے خالی نہیں رہیں جس طرح نماز اور زکوٰۃ سے خالی نہیں رہی ہیں۔

غور کیجیے کہ آخر روزے میں بات کیا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو ہر زمانے میں فرض کیا ہے؟

اس سے پہلے کئی مرتبہ آپ سے بیان کر چکا ہوں کہ اسلام کا اصل مقصد انسان کی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت بنا دینا ہے۔ انسان عبد یعنی بندہ پیدا ہوا ہے، اور عبدیت یعنی بندگی

اس کی عین فطرت ہے، ایسے عبادت یعنی خیال اور عمل میں اللہ کی بندگی کرنے سے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اُس کو آزاد نہ ہونا چاہیے۔ اُسے اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں، ہمیشہ اور ہر وقت یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کس چیز میں ہے، اور اس کا غضب اور ناراضی کس چیز میں۔ پھر جس طرف اللہ کی رضا ہو اور جانا چاہیے اور جس طرف اس کا غضب اور اس کی ناراضی ہو اس سے یوں بچنا چاہیے جیسے آگ کے انگارے سے کوئی بچتا ہے۔ جو طریقہ اللہ نے پسند کیا ہو اس پر چلنا چاہیے اور جس طریقہ کو اس نے پسند نہ کیا ہو اس سے بھاگنا چاہیے۔ جب انسان کی ساری زندگی اس رنگ میں رنگ جائے تب سمجھو کہ اس نے اپنے مالک کی بندگی کا حق ادا کیا اور مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کا منشا پورا کر دیا۔

یہ بات بھی اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے نام سے جو عبادتیں ہم پر فرض کی گئی ہیں، ان کا اصل مقصد اسی بڑی عبادت کے لیے ہم کو تیار کرنا ہے۔ ان کو فرض کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر تم نے دن میں پانچ وقت رکوع اور سجدہ کر لیا، رمضان میں تیس دن تک صوم سے شام تک بھوک پیاس برداشت کر لی، اور مالدار ہونے کی صورت میں سالانہ زکوٰۃ اور عمر میں ایک مرتبہ حج ادا کر دیا، تو اللہ کا جو کچھ حق تم پر تھا وہ ادا ہو گیا اور اسکے بعد تم اس کی بندگی سے آزاد ہو گئے کہ جو چاہو کرتے پھرو۔ بلکہ دراصل ان عبادتوں کو فرض کرنے کی غرض یہی ہے کہ ان کے ذریعہ سے آدمی کی تربیت کی جائے اور اسکو اس قابل بنا دیا جائے کہ اسکی پوری زندگی اللہ کی عبادت بن جائے۔ آئیے اب اسی مقصد کو سامنے رکھ کر ہم دیکھیں کہ روزہ کس طرح آدمی کو اس بڑی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے۔

روزہ کے سوا دوسری جتنی عبادتیں ہیں وہ کسی نہ کسی ظاہری حرکت سے ادا کی جاتی ہیں مثلاً نماز میں آدمی اٹھتا اور بیٹھتا اور رکوع اور سجدہ کرتا ہے جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ حج میں

ایک لمبا سفر کر کے جاتا ہے اور پھر ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ زکوٰۃ بھی کم از کم ایک شخص دیتا ہے اور دوسرا شخص لیتا ہے۔ ان سب عبادتوں کا حال چھپ نہیں سکتا۔ اگر آپ ادا کرتے ہیں تب بھی دوسروں کو معلوم ہو جاتا ہے، اور اگر ادا نہیں کرتے تب بھی لوگوں کو خبر ہو ہی جاتی ہے۔ اسکے برخلاف روزہ ایسی عبادت ہے جس کا حال خدا اور بندے کے سوا کسی دوسرے پر نہیں کھل سکتا۔ ایک شخص سب کے سامنے سحری کھائے اور افطار کے وقت تک ظاہر میں کچھ نہ کھائے پیے، مگر چھپ کر پانی پی جائے یا کچھ چوری چھپے کھائے تو خدا کے سوا کسی کو بھی اسکی خبر نہیں ہو سکتی۔ ساری دنیا یہی سمجھتی رہے گی کہ وہ روزہ ہے اور وہ حقیقت میں روزے سے نہ ہوگا۔

روزے کی اس حیثیت کو سامنے رکھو، پھر غور کرو کہ جو شخص حقیقت میں روزہ رکھتا ہے اور اس میں چوری چھپے بھی کچھ نہیں کھاتا پیتا، سخت گرمی کی حالت میں بھی جب کہ پیاس سے حلق چٹنی جاتا ہو پانی کا ایک قطرہ حلق کے نیچے نہیں آتا، سخت بھوک کی حالت میں بھی جبکہ آنکھوں میں دم آ رہا ہو کوئی چیز کھانے کا ارادہ تک نہیں کرتا، اسے اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر کتنا ایمان ہے۔ کس قدر زبردست یقین کے ساتھ وہ جانتا ہے کہ اسکی کوئی حرکت چھپے، ساری دنیا سے چھپ جائے مگر اللہ سے نہیں چھپ سکتی۔ کیسا خوفِ خدا اس کے دل میں ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتا ہے مگر صرف اللہ کے ڈر سے کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے روزہ کو توڑنے والا ہو۔ کس قدر مضبوط اعتقاد ہے اس کو آخرت کی جزا و سزا پر کہ مہینہ بھر میں وہ کم از کم تین سو ساٹھ گھنٹہ کے روزے رکھتا ہے اور اس دوران میں کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل میں آخرت کے متعلق شک کا شائبہ تک نہیں آتا، کیونکہ اگر اسے اس امر میں شک ہو جائے کہ آخرت ہوگی یا نہ ہوگی اور اس میں عذابِ ثواب ہوگا یا نہ ہوگا، تو وہ کبھی اپنا روزہ پورا نہیں کر سکتا۔

شک کی فطرت یہ ہے کہ وہ آدمی کے ارادے کو متزلزل کر دیتا ہے۔ لہذا شک آنے کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ آدمی خدا کے حکم کی تعمیل میں کچھ نہ کھانے اور نہ پینے کے ارادہ پر قائم رہ جاؤ۔

اس طرح اللہ تعالیٰ ہر سال کامل ایک مہینہ تک مسلمان کے ایمان کو مسلسل آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اور اس آزمائش میں جتنا جتنا آدمی پورا اترتا جاتا ہے اتنا ہی اتنا اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ گویا آزمائش کی آزمائش ہے اور ٹریننگ کی ٹریننگ۔ آپ جب کسی شخص کے پاس آنا رکھواتے ہیں تو گویا اسکی ایمانداری کی آزمائش کرتے ہیں۔ اگر وہ اس آزمائش میں پورا اترے اور امانت میں خیانت نہ کرے تو اسکے اندر امانتوں کا بوجھ سنبھالنے کی اور زیادہ طاقت پیدا ہوتی ہے اور وہ زیادہ امین بنتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مسلسل ایک مہینہ تک روزانہ بارہ بارہ چودہ چودہ گھنٹے تک آپکے ایمان کو کڑی آزمائش میں ڈالتا ہے، اور جب اس آزمائش میں آپ پورے اترتے ہیں تو آپکے اندر اس بات کی مزید قابلیت پیدا ہونے لگتی ہے کہ اللہ سے ڈر کر دوسرے گناہوں سے بھی پرہیز کریں، اللہ کو عالم الغیب جان کر چوری چھپے بھی اس کا قانون کو توڑنے سے بچیں، اور ہر موقع پر قیامت کا وہ دن آپ کو یاد آجایا کرے جب سب کچھ کھل جائیگا اور بغیر کسی رورعایت کے بھلائی کا بھلا اور برائی کا برا بدلہ ملے گا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ

اس آیت کا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتِبَ عَلَيْكُمُ

اے اہل ایمان! تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے

الصِّيَامُ كَمَا كَتَبَ عَلَى الَّذِينَ مِن

ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے،

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ - ۱۷۲)

شاید کہ تم پر بہیز گار بن جاؤ۔

روزے کی ایک دوسری خصوصیت بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ طویل مدت تک شریعت کے

احکام کی اطاعت کرتا ہے۔ نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ

ادا کرنے کا وقت سال بھر میں صرف ایک وقت آتا ہے۔ حج میں ابتداء ہی مدت صرف ہوتی ہے، مگر اس کا موقع عمر بھر میں ایک دفعہ آتا ہے اور وہ بھی سب کے لیے نہیں۔ ان سب کے برخلاف روزہ سال بھر میں پورے ایک مہینہ تک شب روزہ شریعت محمدی کے اتباع کی مشق کرنا ہے۔ صبح سحری کے لیے اٹھنا، ٹھیک فلاں وقت پر کھانا پینا سب بند کر دینا اور دن بھر فلاں فلاں کام کر سکتے ہو اور فلاں فلاں کام نہیں کر سکتے، شام کو ٹھیک فلاں وقت پر افطار کر دینا، پھر کھانا کھا کر آرام لو، پھر ترمویح کے لیے دوڑو۔ اس طرح ہر سال کامل مہینہ بھر صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مسلمان کو فوجی سپاہیوں کی طرح پورے قاعدے اور ضابطے میں رکھا جاتا ہے اور پھر گیارہ مہینہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ جو تربیت اس مہینہ میں اس نے حاصل کی ہے اس کے اثرات ظاہر ہوں، اور جو کمی پائی جائے وہ پھر دوسرے سال کی ٹریننگ میں پوری کی جائے۔

ان قسم کی تربیت کے لیے ایک ایک شخص کو الگ الگ لے کر تیار کرنا کسی طرح موزوں نہیں ہوتا۔ فوج میں بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ایک شخص کو الگ الگ قواعد نہیں کرائی جاتی بلکہ پوری فوج کی فوج ایک ساتھ قواعد کرتی ہے، سب کو ایک وقت بگل کی آواز پر اٹھنا اور بگل کی آواز پر کام کرنا ہوتا ہے، تاکہ ان میں جماعت بن کر منفقہ کام کرنے کی عادت ہو اور اسکے ساتھ ہی وہ سب ایک دوسرے کی تربیت میں مددگار ہوں، یعنی ایک شخص کی تربیت میں جو کچھ نقص رہ جائے اسکی کمی کو دوسرا اور دوسرے کی کمی کو تیسرا پورا کر دے۔ اسی طرح اسلام میں رمضان کا مہینہ روزے کی عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ایک وقت میں سب سب مل کر روزہ رکھیں۔ اس حکم نے انفرادی عبادت کو اجتماعی عبادت بنا دیا۔ جس طرح ایک کے عدد کو لاکھ سے ضرب دو تو ایک لاکھ کا زبردست عدد بن جاتا ہے، اسی طرح ایک ایک شخص کے روزہ رکھنے سے جو اخلاقی اور روحانی فائدے ہو سکتے ہیں، لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے مل کر روزہ

رکھنے سے وہ لاکھوں کروڑوں گنے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ پوری فضا کو نیکی اور پرہیزگاری کی روح سے بھر دیتا ہے۔ پوری قوم میں گویا تقویٰ کی کھیتی سرسبز ہوناتی ہے۔ ہر شخص زحمت خودگناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ اگر اس میں کوئی کمزوری ہوتی ہے تو اس کے دوسرے بہت بھائی جو اسی کی طرح روزہ دار ہیں، اسکی پشت پناہ بن جاتے ہیں۔ ہر شخص کو روزہ رکھ کر گناہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے، اور ہر ایک کے دل میں خود بخود یہ خواہش ابھرتی ہے کہ کچھ بھلائی کا کام کرے، کسی غریب کو کھانا کھلائے، کسی ننگے کو کپڑا پہنائے، کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے، کسی جگہ اگر کوئی نیک کام ہو رہا ہو تو اس میں حصہ لے اور اگر کہیں علانیہ بدی ہو رہی ہو تو اسے روکے۔ نیکی اور تقویٰ کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، اور بھلائیوں کے پھلنے پھولنے کا موسم آجاتا ہے جس میں آپ دیکھتے ہیں کہ ہر فرد اپنا موسم آنے پر خوب پھلتا پھولتا ہے اور ہر طرف کھیتوں میں چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

کل عمل ابن آدم یضاعف
 الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مائة
 ضِعْفٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ
 فَاَنَّهُ لِي وَآنَا أَجْرِي بِهِ -

آدمی کا ہر عمل خدا کے ہاں کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے۔ ایک نیکی دس گنی سے سات سو گنی تک پھلتی پھولتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس کے مستثنیٰ ہے وہ خاص کیر لیتے ہیں اور میں اسکا جتنا چاہتا ہوں بڑھ دیتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والے کی نیت اور نیکی کے نتائج کے لحاظ سے تمام اعمال پھلتے پھولتے ہیں اور انکی ترقی کے لیے ایک حد مقرر ہے۔ مگر روزے کی ترقی کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔ رمضان چونکہ خیر اور صلاح کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے اور اس موسم میں ایک شخص نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں مسلمان مل کر اس نیکی کے باغ کو پانی دیتے ہیں، اس لیے یہ بے حد و حساب بڑھ سکتا ہے۔ جتنی زیادہ نیک نیتی کے ساتھ اس مہینہ میں عمل کرو گے، جس قدر زیادہ برکتوں

سے خود فائدہ اٹھاؤ گے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو فائدہ پہنچاؤ گے، اور پھر جس قدر زیادہ اس
 ہمیشہ کے اثرات بعد گیارہ مہینوں میں باقی رکھو گے، اتنا ہی یہ پھلے اور پھولے گا اور اسکے پھلنے
 پھولنے کی کوئی انتہا نہیں۔ خدا کی طرف سے تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ تم خود اپنے عمل سے اس
 کو محدود کر لو تو یہ تمہارا اپنا تصور ہے۔

روزے کے یہ اثرات اور یہ نتائج سن کر آپ میں سے ہر شخص کے دل میں سوال پیدا ہوگا
 کہ یہ اثرات آج کہاں ہیں؟ ہم روزے بھی رکھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں مگر یہ نتیجے جو تم
 بیان کرتے ہو ظاہر نہیں ہوتے۔ اسکی ایک وجہ تو میں آپ سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اور وہ
 یہ ہے کہ اسلام کے اجزاء کو الگ الگ کر دینے کے بعد اور بہت سی نئی چیزیں اس میں ملا دینے
 کے بعد آپ اُن نتائج کی توقع نہیں کر سکتے جو پورے نظام کی بندھی ہوئی صورت ہی میں ظاہر
 ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبادت کے متعلق آپ کا نقطہ نظر بالکل بدل گیا
 ہے۔ اب آپ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ محض صبح سے شام تک کچھ نہ کھانے اور نہ پینے کا نام عبادت
 ہے، اور جب یہ کام آپ کر لیا تو عبادت پوری ہو گئی۔ اسی طرح دوسری عبادتوں کی بھی محض
 ظاہری شکل کو آپ عبادت سمجھتے ہیں، اور عبادت کی اصلی روح جو آپ کے ہر عمل میں ہونی چاہیے
 اس سے عام طور پر آپ کے ۹۹ فی صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی غافل ہیں۔ اسی وجہ سے یہ
 عبادات اپنے پورے فائدے نہیں دکھاتیں، کیونکہ اسلام میں تو نیت اور نیت اور سمجھ بوجھ ہی
 پر سب کچھ منحصر ہے۔

انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں اس مضمون کی پوری تشریح کرونگا۔

روزہ کا اصل مقصد

برادران اسلام! ہر کام جو انسان کرتا ہے، اس میں دو چیزیں لازمی طور پر ہوا کرتی ہیں۔ ایک چیز تو وہ مقصد ہے جس کے لیے کام کیا جاتا ہے، اور دوسری چیز اس کام کی وہ خاص شکل ہے جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً کھانا کھانے کے فعل کو لیجیے۔ کھانے سے آپ کا مقصد زندہ رہنا اور جسم کی طاقت کو بحال رکھنا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ نو اے بناتے ہیں، منہ میں لے جاتے ہیں، ادانتوں سے چباتے ہیں اور حلق کے نیچے اتارتے ہیں۔ چونکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ کارگر اور سب سے زیادہ مناسب طریقہ یہی ہو سکتا تھا، اس لیے آپ نے اسی کو اختیار کیا۔ لیکن آپ میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ اصل چیز وہ مقصد ہے جس کے لیے کھانا کھایا جاتا ہے، نہ کہ کھانے کے فعل کی یہ صورت اگر کوئی شخص نکلڑی کا برادہ یا راکھ یا مٹی لیکر اسکے نو اے بنائے اور منہ میں لے جائے اور ادانتوں سے چبا کر حلق کے نیچے اتار لے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ یہی ناکہ اس کا دماغ خراب ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ احمق کھانے کے اصل مقصد کو نہیں سمجھتا اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ جس فعل خوردن کے ان چاروں ارکان کو ادا کر دینے ہی کا نام کھانا کھانا ہے۔ اسی طرح آپ اس شخص کو بھی پاگل قرار دینگے جو روٹی کھانے کے بعد فوراً ہی حلق میں انگلی ڈال کرتے کر دیتا ہو اور پھر شکایت کرتا ہو کہ روٹی کھانے کے جو فائدے بیان کیے جاتے ہیں وہ تو مجھے حاصل ہی نہیں ہوتے، بلکہ میں تو الٹا روز بروز دبلا ہوتا جا رہا ہوں اور مرجانے کی نوبت آگئی ہے۔ یہ احمق اپنی اس کمزوری کا الزام روٹی اور کھانے

پر رکھتا ہے، حالانکہ حماقت اسکی اپنی ہے۔ اس نے اپنی نادانی سے یہ سمجھ لیا کہ کھانے کا فصل جتنے ارکان سے مرکب ہے، بس ان کو ادا کر دینے ہی سے زندگی کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے، ایسے اس نے سوچا کہ اب روٹی کا بوجھ اپنے معدے میں کیوں رکھو؟ کیوں نہ اسے نکال پھینکا جائے تاکہ پیٹ ہلکا ہو جائے؟ کھانے کے ارکان تو میں ادا کر ہی چکا ہوں۔ یہ احمقانہ خیال جو اس نے قائم کیا اور اسکی پیروی کی اس کی سزا بھی ظاہر ہے کہ اسی کو بھگتنی چاہیے۔ اُس کو جاننا چاہیے تھا کہ جب تک روٹی پیٹ میں جا کر مضغ نہ ہو، اور خون بن کر سارے جسم میں پھیل نہ جائے، اس وقت تک زندگی کی طاقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کھانے کے ظاہری ارکان بھی اگرچہ ضروری ہیں، کیونکہ انکے بغیر روٹی معدے تک نہیں پہنچ سکتی، مگر محض ان ظاہری ارکان سے کام نہیں چل سکتا۔ ان ارکان میں کوئی جادو بھرا ہوا نہیں ہے کہ انہیں ادا کرنے سے بس طلسماتی طریقہ پر آدمی کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہو۔ خون پیدا کرنے کے لیے تو اللہ نے جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق وہ پیدا ہوگا۔ اسکو توڑو گے تو اپنے آپ کو خود ہلاک کر دو گے۔

یہ مثال جو اس تفصیل کے ساتھ میں نے آپکے سامنے بیان کی ہے اس پر آپ غور کریں تو آپ کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ آج آپ کی عبادتیں کیوں بے اثر ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے ہی آپ سے بار بار بیان کر چکا ہوں، سب بڑی غلطی یہی ہے کہ آپ اپنے نماز روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں ہی کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ اس خیال خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیے اس نے بس اللہ کی عبادت کر دی۔ آپ کی مثال اسی شخص کی سی ہے جو کھانے کے چاروں ارکان، یعنی نواسے بنانا، منہ میں رکھنا، چبانا، اور حلق کے نیچے اتار دینا، بس اپنی چاروں کے مجموعے کو کھانا سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ جس نے یہ چار ارکان ادا کر دیے اس نے کھانا کھا لیا اور کھانے کے فائدے اس کو حاصل ہونے چاہئیں، خواہ

اس نے ان ارکان کے ساتھ مٹی اور پتھر اپنے بیٹ میں اتارے ہوں، یا روٹی کھا کر فوراً تے کر دی ہو۔ اگر حقیقت میں آپ لوگ اس حماقت میں مبتلا نہیں ہو گئے ہیں تو مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ جو روزہ دار صبح سے شام تک اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ عین اس عبادت کی حالت میں جھوٹ کیسے بولتا ہے؟ غیبت کس طرح کرتا ہے؟ اسکی زبان سے گالیاں کیوں نکلتی ہیں؟ وہ لوگوں کا حق کیسے مار کھاتا ہے؟ حرام کھانے اور حرام کھلانے کے کام کس طرح کر لیتا ہے؟ اور پھر یہ سب کام کر کے بھی اپنے نزدیک یہ کیسے سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کی عبادت کی ہے؟ کیا اسکی مثال اس شخص کی سی نہیں ہے جو راکھ اور مٹی کھاتا ہے اور محض کھانے کے چار ارکان ادا کر دینے کو سمجھتا ہے کہ کھانا اسی کو کہتے ہیں؟

پھر مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ رمضان بھر میں تقریباً ۳۰ گھنٹے خدا کی عبادت کر نیکے بعد جب آپ فایغ ہوتے ہیں تو اس پوری عبادت کے تمام اثرات شوال کی پہلی تاریخ ہی کو کافور ہو جاتے ہیں؟ ہندو اپنے تہواروں میں جو کچھ کرتے ہیں وہی سب آپ عید کے زمانے میں کرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ شہروں میں تو عید کے روز بید کاری اور شراب نوشی اور تمہار بازی تک ہوتی ہے۔ اور بعض ظالم تو میں نے ایسے دیکھے ہیں جو رمضان کے زمانے میں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو شراب پییتے اور زنا کرتے ہیں۔ عام مسلمان خدا کے فضل سے اس قدر بگڑے ہوئے تو نہیں ہیں، مگر رمضان ختم ہونے کے بعد آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے اندر عید کے دوسرے دن بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا کوئی اثر باقی رہتا ہو؟ خدا کے تو انین کی خلاف ورزی میں کوئی کسر اٹھا رکھی جاتی ہے؟ نیک کاموں میں کتنا حصہ لیا جاتا ہے؟ اور نفاذیت میں کیا کمی آجاتی ہے؟

سو نیچے اور غور کیجیے کہ اسکی وجہ آخر کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے نیکر

مغرب تک کچھ نہ کھانے اور نہ پینے کا نام روزہ ہے اور میں ہی عبادت ہے۔ اسیلے روزے کی تو آپ پوری حفاظت کرتے ہیں۔ خدا کا خوف آپکے دل میں اس قدر ہوتا ہے کہ جس چیز میں روزہ ٹوٹنے کا ذرا سا اندیشہ بھی ہو اس سے بھی بچتے ہیں۔ اور اگر جان پر بھی بن جائے تب بھی آپ کو روزہ توڑنے میں تامل ہوتا ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں مانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ اور یہ صورت مقرر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ آپکے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہو، اور آپکے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں دنیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض ہوتا ہو اس سے آپ اپنے نفس پر جبر کر کے بچ سکیں، اور جس چیز میں ہر طرح کے خطرات اور نقصانات ہوں مگر خدا اس سے خوش ہوتا ہو، اس پر آپ اپنے نفس کو مجبور کر کے آمادہ کر سکیں۔ یہ وقت اسی طرح پیدا ہو سکتی تھی کہ آپ روزے کے مقصد کو سمجھتے، اور ہمینہ بھر تک اپنے خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے اور خدا کی رضا کے مطابق چلانے کی جو مشق کی ہے اس سے کام لیتے۔ مگر آپ تو رمضان کے بعد ہی اس مشق کو اور ان صفات کو جو اس مشق سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح نکال پھینکتے ہیں جیسے کھانا کھانے کے بعد کوئی شخص انگلی ڈال کرتے کر دے۔ بلکہ آپ میں سے بعض لوگ تو روزہ کھولنے کے بعد ہی دن بھر کی پدمینہ کاری کو اٹھی دیتے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ رمضان اور اسکے روزے کوئی طلسم تو نہیں ہیں کہ میں انکی ظاہری شکل پوری کر دینے سے آپ کو وہ طاقت حاصل ہو جائے جو حقیقت میں روزے سے حاصل ہونی چاہیے۔ جس طرح روٹی سے جسمانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ معدے میں جا کر ہضم نہ ہو اور خون بن کر جسم کی رگ رگ میں نہ پہنچ جائے، اسی طرح روزے سے بھی روحانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی روزہ کے مقصد کو پوری طرح سمجھے نہیں اور اپنے دل و نماز کے اندر اسکو اتارنے اور خیال، نیت، ارادہ اور عمل سب پر چھاپنا جو موقع نہ دے۔

یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ یعنی تم پر روزہ فرض کیا جاتا ہے، شاید کہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس تم فرو متقی و پرہیزگار بن جاؤ گے۔ ایسے کہ روزے کا یہ نتیجہ تو آدمی کی سمجھ بوجھ اور اسکے ارادے پر موقوف ہے جو اسکے مقصد کو سمجھے گا اور اسکے ذریعہ سے اصل مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ تو قہورِ ایا بہت متقی بن جائیگا۔ مگر جو مقصد ہی کو نہ سمجھے گا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہ کرے گا اسے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے روزے کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ مقصد سے فافل ہو کر بھوکا پیاسا رہنا کچھ مفید نہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے:-

من لم يدع قول الشؤر و العمل
به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه
وشرابه

جب کسی نے جھوٹ بولن اور جھوٹ پر عمل کرنا شروع کر دیا تو اس کا کھانا اور پانی چھڑوا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار نے فرمایا:

کم من صائم ليس له من صيامه
الا الظمأ و کم من قائم ليس له من
قيامه الا الشہم۔

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوکا پیاسا کے سوا ان کے پتے کچھ نہیں پڑتا۔ اور بہت سے راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رات گھگھ

کے سوا ان کے پتے کچھ نہیں پڑتا۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب بالکل صاف ہے۔ ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ محض بھوکا اور پیاسا رہنا عبادت نہیں ہے، بلکہ اصل عبادت کا ذریعہ ہے، اور اصل عبادت خوفِ خدا کی وجہ سے خدا کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرنا، اور محبتِ الہی کی بنا پر ہر اس کام کے